

منجھلی اور گھر

گھر میں آج خوب شور ہنگامہ تھا۔ لائبریری میں سیرا کی سب سے چھوٹی نند کی شادی کی تیاریاں مقرر ہونا تھیں۔ مہمانوں کی آمد تو خیر شام کو ہی تھی اور اس سلسلے میں کھانے کا انتظام وغیرہ بھی کیئرنگ والوں سے کروایا گیا تھا۔ مگر اس کے جیٹھ، دیور اور دولوں بیانی نندیں دوپہر میں ہی ان کے ہاں موجود تھیں۔ نندیں تو آتے ہی بچن میں اس کی مدد کو چلی آئیں جہاں سب کے لیے کھانا بنانے میں لگی تھیں۔

منجھلی باری نے تو طے ہی اپنی کھیل کود سے پورے گھر کو سر پر اٹھالیا۔ یہاں وہاں بھاگتے دوڑتے ان بچوں نے اس کی دل لگا کر کئی نئی صفائی اور سب سجاوٹ پر جیسے ہلا بول دیا تھا۔ فرش پر جابجا بکھرے کھلونے، بسکٹ اور چپس کے خالی ریپر (لفافے) کہیں گلدان اوندھے پڑے ہیں تو کبھی صوفوں پر سے کٹن اٹھا اٹھا کر ایک دوسرے پر پھینکتے لگتے۔ کوئی چیز ان کی دست برد سے محفوظ نہ رہی کہ چند ہی گھنٹوں میں پورا گھر میدان جنگ کا نقشہ پیش کرنے لگا تھا۔

اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود بھی بنانا تھے پر کوئی بلی ڈالے سیرا خوش دلی سے سب انتظامات کو دیکھ رہی تھی۔

”اب تو خیر سے لائبریری میں گھر کی ہوجائے گی۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارا آخری فرض بھی ادا ہوا۔“ لائبریری کی صفائی کرتے ہوئے اس نے سوچا۔ ”مجھے کچھ اپنے بچوں کے بارے میں بھی سوچنے کا موقع ملے گا۔“ واضح آہی چوٹا ہے مگر موسیٰ اور نرہ تو دونوں

کے حقوق و ضروریات میں نہیں کی کوتاہی نہ آنے دیتا ہے منجھلی کی شوہر کی محبت میں سیرا نے بھی بہت جلد اپنی منجھلی گھر کی تمام ذمہ داریوں کو گلے کاہار اور خوشی خوشی سب گھر والوں کے ساتھ مل کر لی۔ وہ اگر بنالیا۔ سب گھر والوں کی توجہ و یور نندوں کا رویہ بھی اس نرم طبیعت کی مالک بھی بڑی محبت سے پیش آتے۔ کے ساتھ دوستانہ تھا۔ بڑی محبت سے پیش آتے۔ بلکہ جب ہی ان کے گھر میں امن و سکون کا راج تھا۔ بلکہ شروع شروع میں شادی کے بعد ہمدان جب بھی سسرال جاتا تو باقوتوں باتوں میں سیرا کی امی کا شکریہ ضرور ادا کرتا۔

”آئی۔۔۔۔۔ سیرا جس خلوص اور محبت سے ہم سب گھر والوں کا خیال رکھتی ہے۔ اس پر اصل شکریہ تو آپ کا بنتا ہے جو آپ نے بیٹی کی اتنی اچھی تربیت کی۔“

”یہ ہمدان بھی تان۔۔۔۔۔ دنیا کا شاید پہلا داماد ہی ہوگا جو میرا شکریہ ادا کرتے نہیں جھکتا ورنہ داماد میرے دو اور بھی ہیں ان کو تو ایسی توفیق بھی نہ ہوتی۔“

امی جواباً مسکراتے ہوئے جہاں یہ بات سننے لگتیں وہیں سیرا بھی ہمدان کا ساتھ ملنے پر اپنی قسمت برنازاں ہوتی۔

چھرتوں بچوں واسع موسیٰ اور نرہ کی پیدائش سے مصروفیات ایسی بڑھیں کہ اس کا میکے آنا جانا بالکل مفقود ہو کر رہ گیا۔ گھر سسرال میں الجھ کر وہ خود سے بھی لاپتہ ہو چلی تھی۔ اس دوران اس کی نند اور دیور کی بھی آگے پیچھے شادیاں ہو گئیں۔ وہ سوچا کرتی تھی کہ چلو دیورانی آئے گی تو اس کا کچھ بوجھ بٹانے کی اسے بھی تھوڑا آرام ملے گا۔ مگر سیرا کی یہ آرزو بھی دیوانے کا خواب ثابت ہوئی۔



ارفع بھی الگ مزاج کی لڑکی تھی مگر کے کام کاج میں دلچسپی نہ ہونے کے برابر، تندوں کا آنا اسے کھانا سارا دن کمرے میں بند آرام کرتی۔ عمار کو بھی ایسا مٹھی میں کیا کہ وہ بھی بس بیوی کی آنکھ سے دیکھتے اور اس کی زبان بولنے کا عادی ہو گیا۔ نتیجتاً وہ بھی چند ماہ بعد ہی شوہر کو لے کر الگ ہوئی۔

”بھابھی! آپ کا ہی حوصلہ ہے جو ان لڑکیوں کو برداشت کرتی ہیں۔ بھئی اپنے گھروں میں بیٹھیں۔ آج کل کون سا زمانہ ہے ہر وقت میکے میں ڈیرے ڈالے رکھنے کا، ہمارا نہیں تو کم از کم پریشانی کا ہی خیال کر لیا کریں کدھر جا رہی ہے۔ ایک مٹی کا پیکٹ لینے جاؤ تو منہ دوسری طرف لگ جاتا ہے۔

سمیرا کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ تاسف بھی ابھرا۔ وہ بات تو کر رہی تھی مگر خود ہر ہفتے میکے جانا اپنا فرض اولین سمجھتی۔ وہ محض سوچ کر رہ گئی۔ ”نہیں ارفع! میں ایسا نہیں جھگڑتی وہ اس گھر کی پیشیاں ہیں مگر انہوں نے ماں باپ کے گھر نہیں آنا تو پھر کدھر جائیں گی۔ دوسرے رشتے دار تو پوچھنے سے رہے۔“

☆☆☆

آنے والے چند سالوں میں وہ زندگی میں خاص مصروف ہو گئی تھی۔ عام دونوں کے علاوہ شاید ہی کوئی اتوار خالی جاتا جب کوئی مندا اپنے میاں اور بچوں کے ہمراہ ان کی طرف موجود نہ ہو بلکہ مہمان داری کے حساب سے ویک اینڈ باقی دنوں سے بھی بھاری ہی گزارتا۔

عید جیسے تہوار تو ویسے بھی بڑے کام طلب ہوتے ہیں جب بہن بھائیوں کے علاوہ دوسرے خاندان والے بھی ان کے ہاں ملنے چلے آتے۔ سمیرا اور ہمدان دونوں میاں بیوی بھی ایک طرح سے سارے خاندان کو جوڑ کر رکھے ہوئے تھے نہایت خندہ پیشانی سے ہر ایک کو ملنے آنے والے کی اچھی خاطر عداوت کرتے۔ مگر پھر بھی کبھی کبھار اس ساری

صورت چال سے تھک کر وہ امی کے آگے شکوہ کھاناں ہوئی جاتی۔

”میری زندگی تو شاید ہے ہی ذمہ داریوں سے عبارت امی..... دن بعد میں نکلتا ہے اور شام پہلے ہو جاتی ہے۔ کام سارے سچ میں اگلے رستے ہیں۔ ابھی بھی میرا دل چاہتا ہے امی کہ میں کوئی چھوٹی سی چیز بن کے یہاں سے نکل جاؤں۔“

”سمیرا! گھبراتے نہیں..... بیٹیاں اپنے گھروں میں کام کرنی ہی اچھی لگتی ہیں۔ یہ سب کچھ آنا جان بھاری ساس کے ساتھ ہی ہے اور یہ لڑکیاں تو تم دیکھ لیتا جب تک ماں کی زندگی ہے آتی رہیں گی پھر بعد میں کس نے آنا ہے۔ اپنی پھوپھیوں کی مثال ہی لے لو کیسے ہر وقت میکے میں پڑاؤ ڈالے رکھتی تھیں۔ ماں کی آنکھیں کیا بند ہوئیں میکا بھی ختم بس..... اور اب تو سالوں میں کارخائیں نہیں کرتیں ہاں خوش یا غمی میں ضرور شامل ہوتی ہیں۔“

امی کے آگے دل کا بوجھ ہلکا کر کے وہ ہر بار کی طرح ان کی نصیحتوں کو پلے باندھ کر پھر سے تازہ دم ہو کے اپنے گھر میں مصروف ہو جاتی تھی۔

☆☆☆

لائسنس کی شادی بخیر و عافیت انجام پائی۔ مہمانوں کے رخصت ہو جانے کے بعد کچھ گھر کے سمنے میں اسے چند دن لگ گئے۔

ابھی شادی کی ٹھکن بھی نہ اترنے پائی تھی کہ ایک روز بالکل اچانک سے ہمدان کی والدہ پر قانع کا حملہ ہوا وہ بستر سے لگ گئیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کی عداوت کے لیے عزیز رشتے داروں اور ہمسائیوں کی آمد درفت شروع ہوئی۔ گھر پر ہمدان نے ماں کی دیکھ بھال کے لیے ایک ملازمہ کا بندوبست بھی کر دیا مگر سمیرا کی بھاگ دوڑ تھی کہ بروقت چلی گئی۔ اس کے روز و شب مہمانوں کو نہانے، بچوں کی پڑھائی، ان کے کام اور ساس کے لیے پریشانی کھانے تیار کرنے میں گزارنے لگے۔ ایسے میں وہی امی کی نصیحتوں میں پنی ڈھارس

اسے دوڑائے رکھتی۔ ”مجھے تو بھاری ساس زیادہ دن جیتی نظر نہیں آ رہی۔ بیٹائی! سمجھ لو کہ یہ اب چراغ سحری ہیں اس لیے بجنا ہو سکے ان کی خدمت کرنے کے جتن کمال۔“

بلاشبہ سمیرا نے بھی دل و جان سے ساس کی خدمت کی۔ مگر دو ماہ بعد وہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ ساس کے انتقال پر وہ بہت آزرہ تھی۔ آخر کئی برسوں کا ساتھ تھا۔ ان کے چہلم پر گھر میں آئی رشتہ دار خواتین کی زبان پر جہاں سمیرا کی خدمات کا تذکرہ تھا وہ بانی دو بہنوں کو بھی بے نقط سنانا نہ بھولی تھیں۔

”اگر اس تندوں کا حق پہچانا ہے تو ہمدان کی دہن نے..... اپنے خاندان کو الگ بھی نہیں کھلا دیا۔ جتنی تعریف کی جائے اس کی کمی ہے۔ ایسے تو سگی بیٹی بھی نہ کرتی جتنی اس نے ساس کی خدمت کر چھوڑی ہے۔ بہت نیک ماں کی تربیت کا اثر ہے اس پر ابھی ایسی بہو سب کو دے۔“ ہمدان کی خالہ نے بہت ساری خواتین کے جھرمٹ میں بیٹھے با آواز بلند سب کو مخاطب کیا۔

”آمین، آمین تو اور کیا..... اللہ ہر کسی کو ایسی ذہنی دنیا بھی نہیں ہے۔ اب دیکھو تم کہ منزہ کے بیٹے اور بہنیں تو اور بھی تھیں مگر یہ سعادت سمیرا اور ہمدان کے حصے میں ہی آئی۔ آفرین ہے ان دونوں پر۔“

خالہ کی بات کی تائید کرتے ہوئے سمیرا کی ثانی ساس نے بھی کی دیورانی جیشانی پر چھتی نگاہیں ڈالیں جو دلوں کی عداوت سے چور ایک جانب سکڑی بیٹھی تھیں۔

”اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے سر خر دیا۔“ سمیرا بھی خود کو ذہنی طور پر ہلکا چھلکا محسوس کر رہی تھی۔

”امی ٹھیک ہی کہتی تھیں کہ سسرال میں نام یونہی نہیں بن جاتا اپنی جان مارنا ہی پڑتی ہے تب جا کے صلہ ملتا ہے۔“

دعا اور کھانے کے بعد آخری دور چائے کا چلا پھر سب مہمان آہستہ آہستہ رخصت ہونے لگے۔

برخوں کی دھلائی کچن سمنے اور پورے گھر کی صفائی سسرالی کروا کے وہ بھی خاصی تھک چکی تھی مگر پھر بھی اپنے کمرے میں جانے کے بجائے ہال کمرے میں چلی آئی۔ جہاں ابھی ہمدان کے سب بہن بھائی اور بہنوں موجود تھے۔

اس کی بیوی تند فرما دے دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی تو باقی دونوں بہنوں نے بھی اس کی تھلید کی۔ ہتھوں کے ہاتھوں میں مختلف رنگوں کے دوپٹے تھے۔ ”بھابھی! ادھر آئیں اس پر بیٹھیں۔“ فروانے دیوار کے ساتھ رکھی ایک کرسی کی جانب اشارہ کیا۔

”مگر یہ سب کس لیے فرماؤ؟“

نا بھئی کے عالم میں اس نے تند کر دیکھا۔

”بھابھی! شروع دن سے ہی آپ نے جس طرح امی کی خدمت کی ہمارے ساتھ بہنوں والا محبت بھر اویہ رکھا پھر ہمدان بھائی نے بھی تو آج تک ہمیں بھی ابا کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔“ یہ سب کہتے ہوئے فروا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر چکی تھیں۔ ”امی کے بعد اب آپ ہی ہمارے لیے ان کی جگہ پر ہیں اور اس عزت کی حق دار ہیں۔“ فروا مزید کچھ کہہ رہی تھی۔ ”اور ہم تینوں بہنوں نے ایک یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ ہم اس گھر سے اپنا حصہ بھی نہیں لیں گی تاکہ اس گھر کے دروازے ہمارے لیے یونہی کھلے رہیں اور ہم یہاں بالکل اسی طرح آیا کریں جیسے امی کی زندگی میں آیا کرتی تھیں۔“

فروا کی بات مکمل ہوتے ہی سمیرا نے گھبرا کر ہمدان کی طرف دیکھا۔ اپنے بھائیوں اور بہنوں کے درمیان گھر ایسا وہ بھی اس سے نظریں چرا گیا۔ اب وہ بھلا اتنی کٹھور کب بھی کہ اس ماں اور عزت کا پاس نہ رکھتی جو اسے دی جا رہی تھی۔ دن بھر کی تھکی تو وہ پہلے ہی تھکی دھب سے کرسی پر جا گری اور اس کی تینوں تندیں اپنے آنسو پوچھتے ہوئے باری باری اسے دوپٹے اوڑھانے لگی تھیں۔

☆☆